

Meri Saas میری ساس

[”اے یار تو ابھی تک بیٹھا ہوا ہے تیار نہیں ہوا۔ باسط اور سہیل نے ایک دم سے اس پر دھاوا بول دیا تھا اسکن تو خیر ٹھیک ہے ایک دم سے لشلش کرتی ہوئی گاڑی پر بھی گلاب کے پھول لے رہی ہیں وہی تیری پسندیدہ کلیاں دیکھنا یار بھابی خوش ہو جائے گی۔ باسط اس کا پکا یار تھا تو سہیل جگری دوست کہیں کوئی کی تو نہیں تھی پر سہرا باندھے ڈر بھی رہا تھا۔ خوشی بھی تھی جب میں انگوٹھی بھی چھپا رکھی تھی بہت ساری باتیں بھی سوچ رکھی تھیں مگر دل کو ایک دھڑکا سا بھی تھا کہ کہیں روشانہ بھابی اور اکرم بھائی والا حال نہ ہو جائے۔ اکرم بھائی کو اس نے ہمیشہ غصے میں ہی دیکھا تھا نہ ڈھنگ سے کسی سے بات کی نہ کسی دوسرے کی سنی اور پھر روشانہ بھابی کو لے کر ان کے میکے اور اپنے سسرال جا بسے۔ اب بھی کبھار ہی ان کی مسکین شکل دکھائی دیا کرتی تھی۔ وہ غصہ و رعب داب سب ہوا ہوئے اور وہ ایک عام کی شکل ہو کر رہ گئے تھے۔“

کہیں تو بھی صرف بھابی کا ہی نہ ہو کر رہ جانا آنتی اور ماریہ کا بھی خیال رکھنا ہے تجھے۔ باسط بے لاگ بولا تھا۔ گھر کے سارے قصے سے واقف تھا۔ ماریہ ابھی سکیڈ اینر میں تھی ماریہ کا کوئی قصور نہیں تھا مگر امی نے بھی روشانہ بھابی کے ساتھ بنا کر رکھنے کی کوئی خاص کوشش نہیں کی تھی۔ گلاب کے تروتازہ پھولوں کی طرح اس کا دل بھی کسی کی چاہت سے بھرے پیالے جیسا تھا مگر ساتھ ساتھ اس کی طرح ایک خوف بھی تھا کہ پتا نہیں اسے اس کی مجبوریوں اور محبتوں سمیت قبول کرتی بھی ہے کہ نہیں گزارے لائق آمدنی چھوٹا سا گھر وہ تو کرائے کا گھر بھی افرود نہیں کر سکتا لینی امی اور ماریہ کو علیحدہ اور صہبا کو علیحدہ دال راشن خرید کر نہیں دے سکتا۔ یہ زندگی کا کون سا موڑ ہے خوب صورت پھولوں بھرا خوشبو دار کہ کانٹوں بھرا جواس کے تھکے پیروں کو زخمی ہی نہ کر ڈالے کمرے میں مدہم لائٹ روشن تھی۔ سارے کمرے میں گلاب کے پھول بکھرے پڑے تھے اس کے ارمانوں کی طرح فرش پر پھولوں کا ہی فرش بچھا تھا۔ روشن قندیلیں خوشبوؤں اور آرزوں میں درا سا بھی فرق نہیں مہکنے پر آئیں تو سونے بھی نہ دیں اور جو اگر پوری نہ ہوں تو مجھا کر دل کے کسی پوشیدہ خانے میں جا بسیں۔ غائب ہو جانے کا پتا بھی نہ چلے۔ پھول دار سہرا اس نے سر پر رکھا اور باہر کی دنیا دیکھنے کو نکل پڑا کہ جب وہ سہرا سر سے ہٹا ئے گا تب دنیا اس کی بدل چکی ہو گی وہ ایک نئی زندگی کی شروعات کرے گا کیا پتا اس میں غم نہ ہوں۔ وہ اپنی لمبی مونچھوں کو تاؤ دے کر کہہ سکے کہ ہم سا ہو تو سامنے آئے۔ یہی سوچ کر اس کی نظریں باسط سہیل اور جمشید پر جا ٹکیں بہت سارے لوگ تھے جو بہت اچھا ناچ رہے تھے۔ باقی تو ساری زندگی اسے اکیلے ہی ناچنا تھا۔ کار کے اندر بھی میوزک چوائس کی داد دینا پڑے گی۔ ایک سے ایک محبت بھرا گیت کچھ اکساتے ہوئے کچھ لچاتے ہوئے۔ امی بھی خوش تھیں انہیں بھی صہبا اور احسن سے بہت امیدیں تھیں البتہ ماریہ کی تیاری اس وقت عروج پر تھی۔ وہ آئے والے وقت کی خوب صورتیوں بدصورتیوں سے بے خبر ہلا گلا کرنے میں مصروف تھی۔ اس کی سہیلیوں کا پورا جھنڈ اس کے ساتھ اٹھ بیٹھ رہا تھا یا اللہ سب ایسا ہی خوشگوار اور حسین رہے۔ سفر تھوڑا سا تھا جلد ہی کٹ بھی گیا۔ وہ نیچے اترا اور ایک نئی سرزمین پر قدم رکھ دیا سامنے ہی صہبا کا گھر تھا صبا مجھے تم سے محبت ہے۔ اس نے صہبا کی تصویر دیکھ کر پہلے ہی روز کہہ دیا تھا دیکھی نہ بھالی گوری ہے یا کالی اس کے دوستوں نے تو اس کی مسکراہٹ پر بھی پورا کا نا بنا ڈالا تھا۔ اب بندہ مسکرائے بھی ناں۔ اب وہ مسکراہٹ کہیں دور جا چھپی تھی لڑکیوں نے اس پر پھول پھینکے ادھر بھی لوگ مختصر ہی شامل تھے۔ وہ بھی تھوڑے سے لوگ لے کر آئے تھے۔ نکاح کے تین بولوں کے بعد اس کے دل کی حالت عجیب ہو رہی تھی وہ صبا کو دیکھنے کے لیے ہے چین ہوا بیٹھا تھا۔ کئی محبوب خوابشیں سر اٹھانے لگی تھیں۔ جیب میں انگوٹھی تھی مگر دل سینے میں نہیں رہا تھا۔ وہ اس بھیڑ کو چیرتا کسی کی تلاش میں کھو چکا تھا۔ اور وہ دیکھتا ہی رہ گیا۔ سامنے صہبا کی امی رخسندہ تھیں۔ ہر ماں کی طرح میری بھی خواہش ہے کہ میری بیٹی خوش رہے۔ صہبا کو خوش رکھنے کی کوشش کرنا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے سلمان انکل کی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی بی پی شوٹ کر گیا تھا۔ وہ صوفے پر بیٹھے رہ گئے تھے ان کے گھر کا طوفان اپنے گھر لے کر جارہا تھا اور وہ رخسندہ آنتی کو دیکھے جارہا تھا ان کی شکل میں سے ایک بھیا نک شکل ظاہر ہو رہی تھی۔ روشانہ بھابی کی والدہ ماجدہ کوثر آنتی ہاتھ نہچاتی ہوئی روتی ہوئی دیکھتی ہوئی چھپا چھپی کا کھیل تھا جواچانک ہی احسن کے سامنے شروع ہو چکا تھا۔ امتحان کسی ایک فریق سے تو شروع نہیں ہوتا ہے تو دونوں طرف ہی خالی صفے لے کر فریقین بیٹھ جاتے ہیں کچھ اچھا لکھتے ہیں کچھ برا۔ وہ صرف اپنی بیٹی کا اچھا چاہ رہی تھیں صہبا بہت خوب صورت تھی اس پر پہلی نظر پڑی تو وہ سب بھول بھال گیا تھا۔ دل کی پکڑ دھکڑ برتلخی پر حاوی ہو گئی تھی۔ پتا نہیں اس نے رخسندہ آنتی سے کیا کہا تھا یا ویسے ہی اٹھ آیا تھا دل میں خوشی اور خدشات کی جنگ چھری اور محبت جیت گئی صہبا جیت گئی۔ صہبا میں چاہتا ہوں کہ ہم سدا اسی طرح مسکراتے رہیں کیا تم ایسا کرسکو گی میرے لیے بنائی ہاتھ دل خود بھی کئی اندیشوں میں گھر ابو اتھا۔ پلکیں درا سی اٹھیں۔ جی میں پوری کوشش کروں گی پوری کوشش وہ کرے گی یا نہیں کم بخت یاد ہی کب رہا تھا۔ پھولوں کی مہک خوشبو نئی زندگی گل و گلزار محسوس ہوئی تھی کل کی کون سوچے۔ افس سے لی گئی تھوڑی سی چھٹیاں تمام ہوئیں تو وہ کچھ حواسوں میں بھی آچکا تھا۔ احسن بیٹا میری دوا نیاں ختم ہونے کو ہیں ماریہ بیٹا بھائی کولکھوا دو ذرا۔ ماریہ نے پرچہ اس کے ہاتھ میں دیا اور خود اپنے لیے چکن پیس اور بیف بریانی کی بھی فرمائش کر دی۔ وہ خاموشی سے پرچہ تھامے باہر نکل رہا تھا پھر لوٹ کر جلدی سے کچن میں چلا آیا جہاں صہبا ناشتے کے برتن سمیٹ رہی تھی۔ تمہیں بھی کچھ منگوانا ہوتا ہے نا۔ مجھے تو کچھ بھی نہیں چاہیے سوائے آپ کے۔ وہ مسکراتی ہوئی انداز دلربائی سے سرگوشی نما آواز میں کہہ رہی تھی۔ اسے روشانہ بھابی یاد آنے لگیں۔ کہیں وہ اس پر جال تو نہیں پھینکنا چاہ رہی۔ ”اچھا پھر میں چلتا ہوں اللہ حافظ سارے راستے وہ سوچتا رہا کہ اب وہ رخسندہ آنتی کو فون کرے گی سارے دکھ سکھ بیان ہوں گے اور اس کی زندگی اجیرن بنادی جائے گی اس کا دل وسوسوں سے بھر چکا تھا وہ مکڑی کے جالے کی سی گہات لگا کر اپنے گمان کے سچا ہونے کا منتظر تھا۔ چھٹی کا دن تھا۔ ناشتے کے بعد وہ اخبار کھنگالنے میں مصروف تھا۔ ماریہ امی کو لے کر کسی ہمسائے کے ہاں گئی تھی۔ عیادت پر سی کے لیے صہبا روز مرہ کے کاموں میں مصروف تھی صفائی ستھرائی ہو رہی تھی مگر اس کا دُسا ہوا دل زنگ آلود ہی رہا تھا۔ اچانک وہ الرٹ ہو بیٹھا تھا صہبا لاؤنج والے ٹیلی فون سیٹ کے اردگرد گھوم رہی تھی یقیناً اس کی ماں کی کال ہوگی عورتیں اور عینتیں نہ کریں۔ اسے رخسندہ آنتی بھی پسند نہ آئی تھیں۔ پتا نہیں کون سی کامیابی کا گر مانگتی ہیں ایک دوسرے سے میرے گھر میں جب بھی آگ لگی یہ عورت ہی لگائے گی اس کے مضبوط سینے میں دل دھڑا دھڑا رہا تھا۔

گیا تھا کہ احسن دوسرے کمرے کا فون سیٹ اس کے کان سے جالگا تھا مگر وہ باہر نکل آئی تھی۔ شاید اسے شک ہو یہیں کہیں موجود نہ ہو۔ وہ میکے بھی کم کم جاتی تھی اور لڑائی جھگڑے کا تو سوال ہی کیا کوئی فرمائش شکایت بھی نہیں وہ آخر کرنا کیا چاہتی ہے ایک ہی بار اس گھر کو ماچس کی ٹیلی دکھا کر میکے جا بیٹھنا چاہے گی یقیناً وہ دن میں اسے کھو جتا رہا اور رات کو بھول بھال جاتا بڑے دنوں بعد امی اور ماریہ ماموں شابد کے پاس لاہور گئی ہوئی تھیں وہ افس سے جلدی لوٹ آیا تیار خشنده انٹی کو اس کا چھوٹا سالا امجد چھوڑ گیا تھا اب وہ دونوں جس موقع کی تلاش میں تھیں وہ میسر آ چکا تھا جو راوی چین ہی چین لکھنے میں مصروف تھا۔ اب زہر اگلنے والا تھا۔ ٹی وی لاؤنج میں دونوں ماں بیٹی ان کی دانست میں تنہا چھوڑ کر وہ باہر نکل چکا تھا۔ وہ کیا پٹیاں پڑھانے آئی تھیں ابھی پتا لگ جا تا پھر ہی وہ کوئی دوسری حکمت عملی اختیار کرتا۔ سانس رو کے وہ سننے میں مگن تھا۔ دیکھا میں نے کہا تھا ناں بیٹا! محبت سے بڑا کوئی ہتھیار نہیں۔ جو سمجھدار بچیاں اپنے شوہروں سے محبت کرتی ہیں ناں کبھی نا کام نہیں ہوتیں۔ اس کی آمدن کا سوچ کر گرا را کرو۔ بے جا فرمائش قابل نفرت جان کا عذاب بن جاتی ہے صبا۔ میں نے اس دن خود کو بڑی مشکل سے قابو کیا امی۔ پیزا مجھے کتنا پسند ہے آپ کو پتا ہے میں نے وہ بھی نہیں مانگا بس مسکرا کر رخصت کیا۔ شکایت چھوٹی سی۔ ہاں اب دیکھو اگر تم مہینے کے آخر میں پیزا، برگر کی فرمائش لے کر بیٹھ جاؤ تو اس کے دل میں تمہارا وہ مقام کبھی نہ بن سکے گا جو تم آہستہ آہستہ بنارہی ہو۔ میں۔ چاہتی ہوں کہ تم اپنا مقام بہت مضبوط بناؤ اس کے دل میں وہ تمہاری قدر کرے گا اور ماریہ تو ہے ہی بھولی بھالی اگر نہیں بھی تو بیٹا وہ تو غیر شادی شدہ ہے بچی بے لوگ شادی شدہ لڑکیوں سے سمجھ داری کی امید رکھتے ہیں۔ بچیوں سے نہیں اور تم تو میری سب سے سمجھدار بیٹی ہو۔ احسن کو تنگ نہ کرنا نہ اس کے دل کا بوجھ بننا نہ پچھتاوا۔ یہی تمہاری کامیابی ہوگی۔ دوسری ماؤں کے برعکس میں تو الٹی بات کہہ رہی ہوں مگر اصل میں سیدھا رستہ یہی ہے میری جان جو ذرا سا کٹھن ہے مگر منزل کی طرف جاتا ہے۔ صبا ان کی گود میں لیٹی آرام سے ان کی باتیں سن رہی تھی اور احسن کے قدموں تلے سے زمین کھسک چکی تھی۔ رخشنده انٹی ہی وہ عورت ہیں جو اپنی عزت اور اپنی بیٹی کی عزت کروانا جانتی تھیں کتنے مثبت انداز میں بیٹی کو سمجھا کر بھیجا تھا اور سمجھا رہی تھیں اس کے دل سے سارا غبار چٹ گیا تھا۔ شکر ہے کہ اسے کسی نے دیکھا نہیں تھا ورنہ تو وہ اف ابے کمینے پہ تو کر کیا رہا ہے۔ کچن میں وہ چائے بنارہا تھا بغیر چینی کے اور ایک کپ چینی والی انٹی شوگر پیشنت تھیں۔ میٹھی چائے صبا کو بنا کر دے رہا تھا۔ باسط اور سہیل اس کے دردل کے منتظر کچن میں ہی موجود تھے۔ وہاں تو سب الٹا ہو رہا تھا۔ زن کا مرید ہے اپنا یار... ز بے نصیب وہ تو میں ہو گیا ہوں۔ سا س کی اتنی خدمتیں۔ ابھی تو اپنی جان من کے لیے پیزا لینے بھی جانا ہے وہ دل سے اپنی ماں جیسی رخشنده و انٹی کی خدمت کر رہا تھا۔ ”بھول گیا وہ سب تو۔ وہ چلائے تھے۔ چلو باہر اور چلو میرے ساتھ میں واقعی سب بھول چکا ہوں کیوں؟ کیونکہ رخشنده انٹی الٹی باتیں کرتی ہیں۔ ایسی جیسی ہر ماں کو کرنی چاہئیں۔“]